اسلام اور تشدد

مفتی عبدالرحیم قاسمی

ا۔دہشت کے معنی خوف،حیرت اور پریشانی کے ہیں (لغات کشوری/ص۱۹۹)۔

مشہور عرب مفکر محمدابوزہرہ نے لکھاہے کہ آج دنیاکوجن مسائل کاسامنا ہے خواہ وہ اقتصادی ہوں،یاسیاسی اورسماجی،ان کاسبب غلبہ واقتدار کی وہ خواہش ہے جس کے تحت انسان ایک دوسرے کاگلاگھونٹ دینے کے لئے تیارہے،نیزیہ خواہش کہ زمین کے سارے وسائل تنہاایک طبقہ یاایک فرقہ کومل جائیں اورتمام قوموں کی محنت ومشقت کاثمرہ ایک یاچندحکومت کے ہاتھ میں سمٹ آئے،آج انسانی عقل کارخ مہلک ہتھیاروں کی طرف مڑچکاہے اورانسان کاکام بس یہ رہ گیاہے کہ وہ زمین اوراہل زمین کی ہلاکت کاسامان کرے۔

زمین کوصرف ایک چیزآبادرکھ سکتی ہے اوروہ انسانی ضمیر ہے،انسانی ضمیراس وقت بیدارہوتاہے جب انسان سلامتی پرآمادہ ہو،سلامتی اوررواداری مذہب کےسواکوئی دوسری طاقت نہیں سکھاسکتی،اسلام اسی رواداری اورسلامتی کانام ہےجس کی آج کی دنیاکوشدیدضرورت ہے۔

قدیم زمانہ میں اہل عرب کہاکرتے تھے کہ خونریزی کوخونریزی ختم کرتی ہے،لیکن اسلام نے اس تصورکومبنی برجہالت اوردائمی ہلاکت کاسبب قراردے کرمستردکردیا،یہ گرہیں جنہیں آج کاانسان لگاتاجارہاہے انہیں ایک طاقتوراورہمہ گیردین ہی کھول سکتاہے،ایسادین جس کے ماننے والےصرف عبادت گاہوں میں کچھ وقت گذارلینےکوہی کافی نہ سمجھتے ہوں بلکہ اس کادائرہ انسان کی ایک ایک حرکت وعمل تک وسیع ہو،جودین صرف خدااوربندے کے درمیان تعلق کوقائم نہ کرتاہو،بلکہ باہم انسانوں کےتعلقات کواستوارکرتاہو،جودین سپہ سالارجنگ سے یہ کہتاہوکہ جوشخص برسرپیکارہواس کے علاوہ کسی دوسرےکوقتل نہ کرنا،کسی آبادی کوویران نہ کرنا،عورتوں،بچوں کوقتل نہ کرنا،مذہبی پیشواؤں کوقتل نہ کرنا،درختوں کونہ کاٹنا،کھیتیوں کوتباہ نہ کرنا،مختصریہ کہ فتنہ وفساد کی ہرصورت سے پرہیزکرنا،اس لئے

کہ اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والے کو پسند نہیں کرتا' اگر انسانیت پر اس طرح کے دین کی حکمرانی قائم ہوجائے تو مسائل حل ہوسکتے ہیں پھر اس دین کی یہ بھی خصوصیت ہونی چاہئے کہ پوری انسانیت کو ایک امت تصور کرے اور رنگ ونسل کی بنیاد پر امتیاز روانہ رکھے' بلکہ سارے انسانوں کو اللہ کی مخلوق سمجھے اور ہر ایک کو یکساں طور پر اس کا بندہ تصور کرے' اس لئے کہ سارے انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں' اور سب کے خمیر میں ایک ہی مٹی شامل ہے' پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اس دین کا مدار اس ذات پر ہو جو ساری کائنات کی پیدا کرنے والی ہے اور تمام مخلوقات جس کا کنبہ ہے' بلاشبہ وہ دین اسلام ہے جو اپنے اندر یہ تمام اوصاف رکھتا ہے ہم پر یہ عقدہ اس مقدس کلام نے کھولا ہے جو اشرف المخلوقات یعنی خدا کی محبوب ترین ہستی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا اور تمام انسانوں کے لئے مکمل ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔

قرآن پاک کی سورہ مائدہ میں ایک مقام پر اسلام کو سبل السلام کہا گیا ہے' یعنی امن وسلامتی کا راستہ' اسی طرح دوسرے مقام پر سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا: ''لا اکراہ فی الدین'' (دین میں کوئی زبردستی نہیں)۔ قرآن نے یہ اعلان کرکے صاف طور پر بتادیا کہ مذہبی جارحیت سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں' واقعہ یہ ہے کہ اسلام امن وسلامتی کو انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے بنیادی ضرورت قرار دیتا ہے اور اس کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ ایک انسان دوسرے انسان کی جان ومال پر حملہ کرے' اسی کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے کہ جس نے کسی جان کو بھی قتل کردیا اور ایسا نہ تو کسی جان کا بدلہ لینے کے لئے کیا اور نہ زمین پر پھیلے ہوئے فساد سے نمٹنے کے لئے کیا' تو اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کردیا' اور جس نے ایک جان کو بچالیا تو گویا سارے انسانوں کو زندہ بچالیا۔ قرآن کے اس واضح بیان کے بعد بھی کیا اس امر کی شہادت کی مزید کوئی ضرورت باقی رہتی ہے کہ اسلام دہشت کا نہیں امن وسلامتی کا مذہب ہے (دعوت خیر/ص ۹۴)۔

اسلام اور تشدد دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جہاں اسلام ہوگا تشدد وہاں کھڑا ہوہی نہیں سکتا' اسلام تشدد کے مقابلہ کے لئے سب سے طاقتور ہتھیار ہے۔

دراصل اسلام بنیادی طور پر امن وسلامتی کی دعوت دیتا ہے' جنگ پر صلح کو فوقیت دیتا ہے' چنانچہ قرآن پاک کی سورۂ انفال میں حکم دیا گیا ہے' اور دیکھو اگر دشمن صلح کی طرف جھکیں تو چاہئے کہ تم بھی اس کی طرف جھک جاؤ' اور ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھو جو سب کی سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ یہ آیت

اس وقت نازل ہوئی جب بدر کی فیصلہ کن جنگ نے مسلمانوں کی فتح مندی کو ظاہر کر دیا تھا اور تمام جزیرہ عرب ان کی طاقت سے متاثر ہونے لگا تھا' تاہم حکم ہوا کہ جب کبھی دشمن صلح وامن کی طرف مائل ہوں تو چاہیئے کہ تم بھی بلا تامل آمادہ ہو جاؤ' اگر اس کی نیت میں فتور ہوگا تو اس کی پرواہ نہ کرو' اس کی وجہ سے صلح وامن کے قیام میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ کرنی چاہیئے' اسلام کو صلح اتنی عزیز ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ فلاں دشمن منافقت سے کام لے کر امن کی پیش کش کر رہا ہے اور موقع ملتے ہی وہ معاہدہ سے پھر جائے گا' اسلام صلح وامن کا حکم دیتا ہے۔لیکن آج باطل ادیان کے پیروکار حقانی مذہب کو باطل قرار دیتے ہیں' جو خود دہشت گرد ہے وہ دوسروں کو دہشت گرد قرار دیتا ہے جو خود ظالم ہے وہ دوسروں کو ظالم کہتا ہے۔

۲۔جو حکومتیں اپنی رعایا کے بعض طبقات کے ساتھ سیاسی' معاشی حق تلفیوں کا برتاؤ کرتی ہیں وہ ظالم ہیں ان کے ظالمانہ اور غیر منصفانہ رویہ پر سرکاری دہشت گردی کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

۳۔اگر کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ ناانصافی روا رکھی جاتی ہے تو اس پر احتجاج اور رد عمل کا اظہار جائز ہے۔عدم تشدد کے ساتھ سول نافرمانی کی مظلومانہ جنگ یقیناً لڑ سکتے ہیں' اور اگر احتجاج کرنے والے اس کے لئے تیار ہیں کہ لاٹھیاں کھائیں' سنگینیں' برچھیاں' چھرے اور گولیاں اپنے سینوں پر لیں تو یقیناً ان کو اپنے حق کے مطالبہ کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا جائز ہے' کیونکہ ان کا فعل فی حد ذاتہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنا حق طلب کرتے ہیں اس کے جواب میں اگر حکومت کا فعل ہے' اس کی ذمہ داری حکومت پر ہے نہ کہ ان مظلوموں پر جو اپنا حق مانگتے ہیں۔رہی یہ بات کہ یہ جانتے ہوئے کہ حکومت بسا اوقات اپنی بربریت کے مظاہرہ کے لئے لاٹھیاں چلاتی ہے' گولیاں برساتی ہے' کسی کو ایسے خطرے میں پڑنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مطالبہ حقوق ہمیشہ خطرات سے پر ہوتا ہے' بغیر خطرے کے تو کوئی مقصد بھی حاصل نہیں ہوتا' احتجاج کرنے والوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس کا نتیجہ حکومت کی جانب سے تشدد ہو' اور اگر حکومت بلاوجہ تشدد پر اتر آئے تو اس کی ذمہ داری حکومت کی ہوگی۔مثلاً یہ قصد ہو کہ دفعہ (۱۴۴) کی خلاف ورزی کریں اور پانچ سو اشخاص ایسے مہیا کئے جائیں جو جمع ہو کر جلسہ کریں اور حکام کے اس حکم سے کہ منتشر ہو جاؤ منتشر نہ ہوں' مگر کوئی اور حرکت نہیں کی' تو اس صورت میں حکومت کا فرض یہ ہے کہ ان سب کو آدمیت کے ساتھ گرفتار کرے۔مگر بسا اوقات حکومت آئین اور انسانیت کے ساتھ ان

کو گرفتار کرنے کے بجائے کبھی تولاٹھیوں سے پٹوا کر منتشر کراتی ہے اور کبھی گولیاں چلوا کر بہیمیت اور بربریت کا انتہائی مظاہرہ کرتی ہے۔

اس ظالمانہ کارروائی کی وجہ سے مظلوموں کا وہ فعل ناجائز نہ ہوجائے گا جو عقل وانصاف اور مذہب کے خلاف نہ تھا' اور جو لوگ اس بربریت اور بہیمیت کا شکار ہو کر شہید ہوں گے وہ یقیناً مظلومیت کی وجہ سے شہادت کا درجہ پائیں گے' ان کو خودکشی کا مرتکب کہنا سخت جہالت اور ناواقفیت احکام شرعیہ کی دلیل ہے (کفایت المفتی ۹/۳۴۵'۳۴۶)۔

۴۔اگر ایک طبقہ کی طرف سے ظلم وزیادتی ہو اور ظلم کرنے والے کچھ افراد ہوں تو ظالم گروہ کے دوسرے بے قصور لوگوں سے بدلہ لینا جائز نہیں۔

۵۔کسی گروہ کے اندر اقتدار اور معاشی وسائل پر تسلط حاصل کرنے کی حرص اور کمزور طبقات کو محروم رکھنے کا جذبہ دہشت گردی کے بنیادی اسباب ومحرکات میں سے ہے۔اس قسم کے اسباب کا تدارک کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے' عوام کو بھی اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔

۶۔حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مال کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے' اور جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے' اور جو اپنے دین کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے' اور جو اپنی جان کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے۔

"قال رسول اللہ ﷺ من قتل دون اللہ مالہ فھوشھید' ومن قتل دون اھلہ فھوشھید' ومن قتل دون دینہ فھوشھید' ومن قتل دون دمہ فھوشھید" (نسائی ۲/۱۵۵)۔

فتح الباری میں ہے: **"قال النووی فیہ جواز قتل من قصداخذالمال بغیر حق سواء کان المال قلیلا او کثیرا وھوقول الجمھور وشدمن اوجبہ"** (علامہ نووی نے کہا: ناحق مال لینے والے کو قتل کرنا جائز ہونے کی اس حدیث میں دلیل ہے خواہ مال کم ہو یا زیادہ ہو' جمہور کا یہی قول ہے' واجب کہنے والے شاذ ونادر ہیں)۔

اوران کا قول شاذ ہے: **"والذی علیہ اھل العلم ان للرجل ان یدفع عماذکر اذا اریدظلما"** (اہل علم کا قول یہ ہے کہ جان مال' عزت آبرو کی حفاظت اور ظالموں کو دفع کرنے کی آدمی کو اجازت ہے)۔

ابن بطال نے کہا کہ ان ابواب پر امام بخاری نے یہ عنوان اس لئے قائم کیا ہے کہ انسان کو اپنے جان

ومال پرحملہ کرنے والے کودفع کرنے کاحق ہے اس پرکوئی حرج نہیں اس میں قتل کردیاگیاتوشہید ہے اورحملہ آورکوقتل کردے تومدافعت کرنے والے پرقصاص اوردیت نہیں۔

''قال ابن بطال: انماادخل البخاری هذه الترجمة فی هذه الابواب لیبین ان الانسان ان یدفع عن نفسه وماله ولاشیء علیه فانه اذا کان شهیدا اذقتل فی ذلک فلاقودعلیه ولادیة اذا کان هوالقاتل ''(فتح الباری۱۲۴/۵)۔